کتاب نما

Muslim Resistance to the Tsar: Shamil and the Conquest of Chechnia and Daghestan (زار کے خلاف مسلم مزاحمت: شامل اور فتح شیشان و داغستان)' موشے گیمر۔ ناشر: فرینک کاس کمپنی' لندن۔ صفحات: ۴۵۲۔ قیمت: درج نہیں۔

امام شامل کون تھے؟ انھوں نے قفقازی مسلمانوں کی تاریخ میں کیا کارہاے نمایاں سرانجام دیے جن کی یادیں آج بھی اہل قفقاز کا لہو گرما دیتی ہیں؟ بلاشبہ ان کی شخصیت کے بارے میں چند کتب موجود ہیں لیکن ان سے' اس ہمہ گیر شخصیت کا پیکر نہیں ابھرتا جو زار شاہی روس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ جس سے عزم اور حوصلہ مندی کی سیکڑوں داستانیں وابستہ ہیں۔ موشے گیمر کی (زیر نظر) کتاب اپنے موضوع سے پورا پورا انصاف کرتی دکھائی دیتی ہے۔

امام شامل ۱۷۹۶ میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن میں--- کمزور اور لاغر تھے' (مگر پھر) نہ صرف ان کی صحت بہتر ہوئی بلکہ ان کا قد چھ فٹ سے زیادہ لمبا ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں حد درجہ مضبوط اور سینہ کشادہ ہو گیا--- وہ اپنے وقت کے بہترین تلوار زن اور گھڑسوار مشہور ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ شان دار کام لیا جس کے لیے ان کی ولادت مقصود تھی۔ وہ مسلسل ۲۵ سال تک زار روس کے خلاف انتہائی ناموافق حالات میں برسرپیکار رہے۔ ان کی ذات میں صوفی و مجاہد کا دلآویز امتزاج تھا جس کی وجہ سے وہ بیک وقت دلوں اور زمین پر حکمرانی کرتے تھے۔

لیکن اتنا عظیم الشان انسان آج تک تاریخ کے دبیز پردوں میں ملفوف رہا۔ یہاں تک کہ موشے گیمر (جو کہ یہودی نژاد ہیں) کی تحقیقی کاوشوں نے انھیں مسلمانان عالم سے پوری طرح روشناس کرا دیا۔ ۱۸۳۴ میں جب امام شامل' تیسرے امام منتخب ہوئے' عالم اسلام سیاسی طور پر زوال کا شکار تھا۔ ایک طرف عثمانیوں اور قاچاریوں نے روسیوں سے شکست تسلیم کر لی تھی اور دوسری طرف قفقاز میں روسیوں نے اقوشہ' تزغو' منجتولی اور خونذاخ پر قبضہ کر لیا تھا۔ تیسری طرف خود قفقاز کے آوار حکمران روسیوں سے معاہدے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

باوجودیکہ امام شامل اپنے عہد کی مقبول ترین شخصیت تھے مگر وہ اقتدار قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جب امامت انھیں پیش کی گئی تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حاضرین مجلس رونے لگے۔ وہ مسلمانان داغستان کی ضرورت تھے، اقتدار ان کی ضرورت نہ تھی اور یہی وہ بنیادی نکتہ تھا جس نے آگے چل کر ایک عظیم داستان حریت رقم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کے سامنے ترجیحات کی ایک مختصر فہرست تھی۔ شریعت کا نفاذ ان کی اولین ترجیح تھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس پر عمل میں ہی مسلمانوں کی قوت کا راز تھا۔

دوم: چونکہ داغستان کا علاقہ متعدد ولایتوں پر مشتمل تھا اس لیے یہ ضروری تھا کہ روس کے خلاف ایک موثر مزاحمتی قوت کی تعمیر و تشکیل سے قبل ان ولایتوں کو اتحاد کی لڑی میں پرو دیا جائے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان باہمی اختلافات کا شکار ہو کر اپنی قوت کمزور کر بیٹھیں۔ نہ ہی وہ روس کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنے زیر تسلط رقبے کو وسعت دے کر روسیوں کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ شروع میں انھوں نے دو طرفہ حکمت عملی اختیار کی۔ ایک طرف روسیوں کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف مسلمان حکمرانوں کو یہ تاثر دیا کہ روسی ان کی پشت پر ہیں۔ یہ اس لیے ضروری تھا کہ انھیں کمزور سمجھ کر کہیں قفقازی ولایتوں کے مسلمان حکمران ان پر حملہ نہ کر بیٹھیں اور اس طرح روسیوں کے خلاف اس مجوزہ عظیم اتحاد کو جو کہ امام شامل کے ذہن میں تھا، ابتدا ہی میں حادثے سے دوچار نہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مسلمان حکمرانوں کو شریعت کے نفاذ کے لیے متحرک کرنا شروع کیا، تاکہ عوام الناس کی اخلاقی حالت کو اسلام کے مطلوبہ معیار پر لایا جا سکے۔

یہ اسی جذبہ و سوز دروں کا اعجاز تھا کہ خود روسی یہ تسلیم کرتے تھے کہ امام شامل نے قفقازی مسلمانوں کا اخلاق بلند و برتر کر دیا تھا۔ چونکہ وہ صاحب شریعت تھے، ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کا ذاتی کردار کسی طور پر بھی باعث ملامت نہ بنے۔ انصاف ان کا طرہ امتیاز تھا اور ان کی اسلامی ریاست اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا عملی نمونہ تھی۔ یہاں تک کہ اقلیتیں بھی ان کے جذبہ ترحم سے فیض یاب ہوتی تھیں۔ اس معاملے میں وہ فی الواقع سچے کثرت پسند (pluralistic) تھے۔ عوام خواہ عیسائی ہوں یا یہودی، انھیں حق تھا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ ان کے ۲۵ سالہ دور حکمرانی میں ایک بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ انھوں نے کسی کو زبردستی مسلمان کیا ہو۔ حالانکہ ان کے پاس روسی قیدی بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جو بھاگ کر ان کی پناہ میں آ گئے تھے۔ وہ امیر المومنین تھے، عوام میں سے تھے اور عوام میں ہی رہتے تھے۔ لوگوں کی شکایات سننا اور ان شکایات کو رفع کرنا ان کی انتظامیہ کی اولین ترجیح تھی۔ وہ مقدمات کے فیصلے سرعت کے ساتھ کرتے تھے۔ عموماً موقعے پر ہی فیصلہ سنا دیا جاتا تھا۔ غلامی اور بیگار کے خلاف تھے۔

انسان کی عزت نفس کا خیال کرنے والے اور محتاجوں کے والی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ روس جیسی عظیم قوت کے مقابلے میں عوام کی تائید سے ۲۵ سال تک برسرپیکار رہے۔ وہ صلح جو انسان تھے لیکن روسیوں کے استعماری عزائم کی راہ میں سد سکندری بنے رہے۔ اس محاذ پر وہ کوئی کمزوری دکھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب کچھ چیچن باشندوں نے ان کی والدہ محترمہ کے ذریعے روس کی بالادستی قبول کرنے کے لیے کہا تو وہ تین روز کے لیے گوشہ نشین ہو گئے۔ یہ ۱۸۴۳ کا واقعہ ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو انھوں نے اعلان کیا کہ رسولؐ اللہ نے انھیں (خواب میں) حکم دیا ہے کہ جس نے روسیوں کے آگے سپر ڈالنے کے لیے سفارش کی ہے اسے ۱۰۰ درے مارے جائیں۔ چنانچہ سزا کی تعمیل کرائی گئی۔ پانچ دروں کے بعد جب ان کی والدہ محترمہ بے ہوش ہو گئیں تو امام شامل دونوں زانوؤں پر حالت دعا میں گر گئے اور بڑی دیر تک گریہ و زاری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انھیں حکم ملا کہ بقیہ سزا تم خود اٹھاؤ۔ چنانچہ ۹۵ درے اپنے جسم پر کھائے۔ اس کے بعد خوفزدہ چیچن حاضرین سے کہا کہ جاؤ اور اپنے لوگوں سے یہ واقعہ بیان کرو۔ ہمارے لیے روسیوں کے ہاتھوں شکست ناقابل قبول ہے۔

اتنا عظیم اور بے مثال شخص روسیوں کے خلاف کامیاب کیوں نہ ہوا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ امام اس ناکامی کے ذمہ دار قطعاً" نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ روسیوں کے خلاف خلافت عثمانیہ کی قوت و جلال، قاچاریوں کا کوہ شکن عزم اور قفقازی عوام کا حوصلہ اور جذبہ جہاد اتحاد ثلاثہ کی شکل میں محاذ پر آ جائے۔ پندرہ سال تک وہ انتظار کرتے رہے، اپنی التجائیں بھیجتے رہے، لیکن عثمانیوں اور قاچاریوں نے قفقاز کے بطل جلیل کو اکیلا چھوڑ دیا۔ امام شامل تقریباً دس ماہ تک اپنی فوجوں کے ساتھ ان کا انتظار کرتے رہے۔ پھر وہ شدلی کے مقام پر روسیوں پر قہر بن کر ٹوٹے اور وادی الالذان کو روند ڈالا۔ لیکن انھیں اب تاریخ کے جبر کا ادراک ہو چکا تھا۔ عثمانی روسیوں سے شکست کھا چکے تھے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنے مسکن کی طرف لوٹ گئے تھے۔ لوگوں نے معرکہ شدلی میں شامل کی افواج کی فتح کی خوشیاں منائیں، لیکن امام شامل غالباً اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔ لوگوں کے خوش چہرے دیکھ کر انھوں نے کہا: "یہ وہ خوشی ہے جس کے بعد آلام ہی آلام ہیں"۔

امام شامل روسیوں اور انگریزوں کی مخاصمت سے بھی باخبر تھے۔ چنانچہ انھوں نے برطانیہ سے بھی روسیوں کے خلاف مدد کے حصول کے لیے رابطہ قائم کیا۔ لیکن روسیوں کے ساتھ دشمنی کے باوجود مسلمانوں کے بارے میں انگریزوں کا طرز عمل منفی ہی تھا۔

روسی اب اس پوزیشن میں تھے کہ امام شامل کی قیادت میں برپا قفقازی مسلمانوں کی تحریک مزاحمت کو بالآخر ختم کر دیں۔ ۱۹/ اگست ۱۸۵۹ تک وہ قفقاز کا تمام علاقہ اپنی تحویل میں لے چکے تھے۔ امام شامل نے

اپنے کنبے اور ۶۰۰ جانبازوں کے ساتھ غنیب کے پہاڑی سلسلے میں پڑاؤ ڈالا۔ ۵ اور ۶ ستمبر کی شب روسیوں نے رات کے اندھیرے میں حملہ کیا اور امام شامل کو جا لیا۔ روسیوں کی خواہش تھی کہ انھیں ہر حال میں زندہ پکڑا جائے اور اس کے لیے وہ پورے گاؤں کو تاراج کرنے کے لیے تیار تھے۔ آج زار روس کی خواہش کی تکمیل کا دن تھا۔ امام شامل گرفتار کر لیے گئے۔ انھیں پیٹرز برگ لے جایا گیا۔ جہاں سے ۱۸۶۸ میں کسی نہ کسی طرح وہ حج کے لیے چلے گئے اور ۱۸۷۱ میں اپنے آقا و مولا کی سرزمین مدینہ میں خاک نشین ہو گئے۔

چھبیس ابواب پر مشتمل موشے گیمر کی کتاب میں ۱۴۳ صفحات تو صرف حواشی کے لیے مختص ہیں۔ ان کے مراجع میں کثیر حصہ روسی مصادر پر مشتمل ہے۔ معلومات اتنی جامع ہیں کہ تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ گیمر نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ نقشبندی اسلامی تحریک کے کوئی متشدد رویے نہیں تھے، اور یہ روسی استعمار کے ردعمل کے طور پر سامنے آئی تھی۔

امام شامل کی انتظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے موشے گیمر لکھتا ہے کہ روسی اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ شامل کے ہسپتال اور طریقہ علاج اہل مغرب کے ہسپتالوں اور طریقہ علاج سے بدرجہا بہتر تھے۔ مسلمانوں کے اسباب شکست کا احاطہ کرتے ہوئے گیمر لکھتا ہے کہ روسیوں کے بے پناہ مالی وسائل، توپ خانہ اور ان کی طرف سے قفقاز میں قحط جیسے حالات پیدا کرنا مسلم تحریک مزاحمت کی ناکامی کا باعث بنے۔

قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ امام شامل کی تحریک مزاحمت کی ناکامی کے بعد قفقاز کے مسلمان تقریباً ڈیڑھ سو سال تک تاراج ہوتے رہے، اور سلامتی سے محروم رہے۔ چیچنیا کی حالیہ تاریخ شاید اسی تاریخ اغماض کی مظہر ہے۔ (مبصر: طارق جان۔ تلخیص: ادارہ، بہ شکریہ **وسطی ایشیا کے مسلمان**، اسلام آباد، مارچ، اپریل ۱۹۹۷)

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ، حافظ احمد یار مرحوم۔ ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔ صفحات: ۱۴۷۔ قیمت: ۴۵ روپے۔

یہ ایک جامع علمی مقالہ ہے جو اپنے موضوع پر انفرادیت کا حامل ہے۔ اسے کئی برس پہلے حافظ احمد یار مرحوم نے ایم اے کے تحقیقی مقالے کے طور پر تحریر کیا تھا۔ پنجاب یونی ورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے ۸ سو مقالوں میں سے، یہ مقالہ اشاعت کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ اس میں وراثت کے قرآنی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو وراثت نہیں مل سکتی۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات، احادیث اور سنی اور شیعہ فقہی مسلک کے حوالوں کی مدد سے مدلل بحث کی گئی ہے۔

مقالہ نگار نے یتیم پوتے کی وراثت کے حامیوں کے دلائل کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے کہ اس نظریے